توہینِ عدالت اور اسلام

محفوظ احمد منہاس ، اسسٹنٹ پروفیسر ،
گورنمنٹ ٹیکنیکل ٹیچرز ٹریننگ کالج ، فیصل آباد

انسان کی معاشرتی زندگی میں عدلیہ کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ اسی لیے ہر نظامِ حیات اور قانونِ زندگی خواہ وہ الہامی ہو یا غیر الہامی عدلیہ (Judiciary) کو نہ صرف نمایاں مقام حاصل ہے بلکہ ملکی نظامِ حکومت کے تین بنیادی ارکان میں سے ایک اہم رکن قرار دیا جاتا ہے۔ نیز معاشرتی امن وسکون اور صلح و آشتی کے قیام میں عدلیہ بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔

عدلیہ (قضاء) کی اسی اہمیت کے پیشِ نظر دینِ اسلام میں اس کی اہمیت اور اس کے واضح اصولوں کو روشناس کرایا گیا قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے قضا کی اہمیت و فوائد بیان فرمائے کتبِ احادیث میں محدثین نے قضاء سے متعلق باقاعدہ ابواب قائم کیے جن میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے ارشادات منقول ہیں فقہاء کرام نے بھی کتبِ فقہ میں احکام القضاء کے حوالے سے متعدد ابواب و فصول قائم کیں جن میں قضاء سے متعلق تفصیلی احکامات بیان کیے۔

زیرِ نظر مقالہ " توہینِ عدالت اور اسلام " میں ان پہلوؤں کو زیرِ بحث لایا جائے گا۔

۱ ۔ توہینِ عدالت کا لغوی و اصطلاحی مفہوم

۲ ۔ اسلام میں منصبِ قضاء اور قاضی کی اہمیت ۔

۳ ۔ قرآن مجید ، احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور کتبِ فقہ کی روشنی میں توہینِ عدالت ۔

۴ ۔ توہینِ عدالت اور مروجہ قانون ۔

ان پہلوؤں کو زیر بحث لانے سے اسلام میں توہین عدالت کی اہمیت، حیثیت اور دیگر کئی پہلوؤں کی کافی حد تک وضاحت ہو جائے گی۔

اہانت کا لغوی و اصطلاحی مفہوم

اہانت کا لفظ ھ و ن سے مشتق ہے ہون کو ھ پر زبر اور پیش دونوں کے ساتھ پڑھا جاتا ہے لسان العرب میں ہے۔

ہُون بمعنی خزی (ذلت) استعمال ہوتا ہے کہا جاتا ہے۔ رَجُل فیہ مھانۃ ای ذلّ و ضعف[1] آدمی میں مہانۃ ہے یعنی وہ ذلیل اور کمزور ہوا۔

قاموس المحیط میں ہے ہُون کا معنی سکینۃ، وقار اور حقیر ہے[2] اسی سے لفظ مہانۃ ہے جس کا معنی حقارت ہے[3]

امام راغب اصفہانی (م ۵۰۲ھ) نے مفردات میں لکھا ہے۔

"الھوان علی وجھین احدھما تذلل الانسان فی نفسہ مما لا یلحق بہ غضاضۃ فیمدح بہ"[4]

ہوان کا استعمال دو طرح پر ہوتا ہے:

اوّل: انسان کا کسی ایسے موقعہ پر نرمی کا اظہار کرنا جس میں اس کی حقارت نہ ہو۔ یہ قابل ستائش ہے جیسے سورۃ فرقان میں ہے۔

عِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ هَوْنًا[5]

۱؎ ابن منظور، لسان العرب، دار صادر، بیروت، ۱۴۰۰ھ، ج ۱۳، ص ۴۳۸۔

۲؎ فیروز آبادی، القاموس المحیط، مقام، ناشر سن اشاعت نامعلوم، ج ۴، ص ۲۷۸۔

۳؎ زبیدی، تاج العروس، المطبعۃ الخیریہ، مصر، ۱۳۰۶ھ، ج ۹، ص ۳۶۸۔

۴؎ راغب اصفہانی، مفردات القرآن، نور محمد کتب خانہ، کراچی، (ت۔ ن) ص ۵۴۷۔

۵؎ فرقان: ۶۳

"رحمٰن کے بندے تو وہ ہیں جو زمین پر تواضع و نرمی سے چلتے ہیں"۔

مسند امام احمد میں بھی ایک روایت ہے جو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

حرم علی اهل النار کل هین لین[1]

امام راغب نے مزید لکھا:

والثانی ان یکون من جهة متسلط مستخف به فیذم به[2]

یعنی ہون کا دوسرا معنی ذلت اور رسوائی ہوتا ہے یعنی ایک انسان کا دوسرے پر متسلط ہو کر حقیر کرنا۔ یہ قابل مذمت ہے جیسے قرآن پاک میں ہے۔

اَلْیَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ[3]

یعنی آج تمہیں ذلت کا عذاب دیا جاتا ہے۔

سورۃ فصّلت میں ہے۔

فَاَخَذَتْهُمْ صَاعِقَةُ الْعَذَابِ الْهُوْنِ[4]

پس کڑک نے ان کو پکڑا اور وہ ذلت کا عذاب تھا۔

ایک اور مقام پر ہے:

وَلِلْكَافِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ[5]

اور کافروں کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔

سورۃ حج میں ہے:

---

[1] امام احمد، مسند، دار صادر، بیروت، (ت۔ن) ج ۱، ص ۴۱۵

[2] راغب اصفہانی، مفردات القرآن، ص ۵۴۸

[3] انعام: ۹۳

[4] فصلت: ۱۷

[5] بقرہ: ۹۰

وَمَنۡ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنۡ مُّكۡرِمٍ [1]

جسے اللہ تعالیٰ ذلیل کرے اس کو عزت دینے والا کوئی نہیں۔

ابن اثیر (م ۶۰۶ھ) نے ہون کا معنی رفق اور نرمی بھی تحریر کیا ہے [2] خلاصہ یہ کہ عربی لغت میں اہانت کا لفظ ذلت، تحقیر، تواضع اور نرمی کے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔

اصطلاحی مفہوم | توہین عدالت کی باقاعدہ اصطلاحی تعریف کتب شرعیہ میں نہیں ملتی البتہ کتب فقہ میں آداب القضاء کے ابواب میں چند ایسی جزئیات ملتی ہیں جن سے یہ واضح ہوتا ہے کہ

جو شخص قاضی اور عدالت کی عزت و احترام اور اس کے آداب کے خلاف کوئی الفاظ استعمال کرتا ہے یا ایسا کوئی فعل سر انجام دیتا ہے جو قاضی اور عدالت کی اہانت کا باعث ہو تو وہ توہین عدالت قرار پائے گا۔ نیز اس بناء پر قاضی مجرم کو سزا بھی دے سکتا ہے [3]

لاہور ہائی کورٹ نے اپنے ایک فیصلے میں ان معاملات کا ذکر کیا ہے جنہیں توہین عدالت قرار دیا جا سکتا ہے۔

Some of the contempts may arise in the face of the Court, as by rude and contemptuous behaviour, by obstinacy perverseness or prevarication, by breach of the peace or any disterd disturbance whatever' others in the absence of the party as by disobeying or treating with disrespect the kings writ or the rules or process of the Court,

---

[1] حج : ۱۸

[2] ابن الاثیر، النہایۃ فی غریب الحدیث والاثیر، موسسۃ اسماعیلیان، ایران، ۱۳۶۴ھ، ج ۵، ص ۲۸۴۔

[3] طرابلسی علاؤ الدین، معین الحکام، مصطفی البابی حلبی، مصر، ۱۹۹۳، ص ۲۰
ابن قدامہ، المغنی، مکتبہ ریاض الحدیثہ، الریاض ۱۹۸۱ء، ج ۹، ص ۴۳

by perverting such writ or process to the purpose of private malice, extortion or injustice, by speaking or writing contemptuously of the Court, or Jude acting in their judicial capacity by printing false accounts or even true ones, without proper permission, of causes then pending in judgment and by any thing.(۱)

بعض توہین عدالت کے معاملات عین بوقت عدالت رونما ہوتے ہیں جیسا کہ گستاخانہ، متنفرانہ رویہ ضد اور اصرار، نیز جان بوجھ کر شور و غوغا پیدا کرنا، علاوہ ازیں کسی فریق کا عدالت سے غیر حاضری اور عدالتی حکم عدولی کرنا یا عدالتی کاروائی کے ساتھ توہین آمیز سلوک کرنا وغیرہ۔ مزید یہ کہ عدالتی کاروائی کو ذاتی تعصب قرار دینا یا اسے مسخ کرکے ذاتیات کا رنگ دینا یا عدالت یا کسی جج کے بارے میں نفرت انگیز تحریریں لکھنا یا جھوٹی کہانیاں گھڑ کے پیش کرنا بلکہ اگر یہ سب کچھ مبنی بر صداقت بھی ہو تو بھی عدالت کی اجازت کے بغیر جب تک معاملہ زیر سماعت ہو شائع کرنا توہین عدالت کے زمرے میں آئے گا۔

اس فیصلے میں مزید یہ بیان کیا گیا ہے کہ توہین عدالت کا ارتکاب درج ذیل انداز سے ہو سکتا ہے۔

The contempt of Court may be committeed by (1) Scandalizing the Court itself. (2) Abusing parties who are concerned in the causes in presence of Court. (3) Prejudicing the public against persons before the cause is heard. (۲)

۱۔ State V.Sir Edward Snelson, PLD 1961, Lahore, P.78, P.L.R.,1961 (1) p.p.539

۲۔ State V.Sir Edward Snelson. PDL 1961, Lahore, P.78

۱ ۔ عدالت کو بذاتِ خود موردِ الزام ٹھہرا کر۔

۲ ۔ عدالت اور عدالتی کارروائی کے دوران کسی بھی فریق کو جو عدالتی کارروائی سے منسلک ہو بُرا بھلا کہنا یا گالی گلوچ دینا۔

۳ ۔ سماعت سے پہلے متعلقہ لوگوں کے بارے عوام الناس میں متعصبانہ رویہ پیدا کرنا۔ توہین عدالت ایکٹ ۱۹۷۶ء میں توہین عدالت کی یہ تعریف کی گئی ہے۔

Whoever disobeys or disregards any order, direction or process of a Court, which he is legally bound to obey; or commits a wilful breach of a valid undertaking given to a Court; orders anything which is intended to or tends to bring the authority of a court or the administration of law into disrespect or disrepute, or to interfere with or obstruct or interrupt or prejudice the process of law or the due course of any judicial proceeding, or to lower the authority of a court or scandalize a judge in relatioon to his office, or to disturb the order or decorum of a court, is said to commit "contempt of court". (۱)

جو کوئی کسی عدالتی حکم یا طریق کار کی جسے وہ قانوناً کرنے کا پابند ہو کی نافرمانی یا توہین کرے یا وہ عدالت کو دیے گئے جائز عہد کو جان بوجھ کر توڑے یا کوئی ایسا حکم دے جس کا مقصد یا رجحان عدالت کی حیثیت یا قانون کی عملداری کی توہین یا بدنامی یا مداخلت یا رکاوٹ یا قانونی طریق کار کو یا حصول انصاف کے عمومی

---

(۱) The contempt of Court Act,1976 Section-3, commentory by Zafar Hussain Ch. Lahore Law Time Publications, Lahore, 1962; P.2

عمل کو نقصان پہنچانا یا عدالت کی حیثیت کو کم کرنا یا کسی جج کو اس کے عہدے کے حوالے سے بدنام کرنا یا عدالت کے احترام اور لوازمات کو درہم برہم کرنا شامل ہو تو وہ توہین عدالت کا ارتکاب کہا جاتا ہے۔

جسٹس تنزیل الرحمٰن نے "قانونی لغت" میں توہین عدالت سے یہ مراد لیا ہے۔

"کوئی ایسا عمل کیا جائے یا تحریر شائع کی جائے جو کسی عدالت یا جج کی حیثیت جج توہین کا باعث ہو سکتی ہو یا اس کی وقعت و عزت کو کم کر سکتی ہو یا دوران انصاف رسانی یا جائز کارروائی عدالت میں مزاحمت یا مداخلت کا باعث ہو تو وہ عمل یا تحریر باعث توہین عدالت ہے [1]

ان تمام تعریفات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ عدالتی نظم ونسق کو بہتر انداز میں قائم رکھنے کے لیے ہر وہ قول وعمل توہین عدالت قرار پاتا ہے جو قاضی اور عدالت کے وقار کو کم کرے یا ان کی توہین کا باعث ہو۔

اسلام میں قضاء کی اہمیت

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے منصب قضاء کی اہمیت کئی مقامات پر بیان فرمائی۔

حضرت داؤد علیہ السّلام کو خطاب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

۱ :۔ یَا دَاوُدُ اِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ [1]

اے داؤد ہم نے آپ کو زمین پر خلیفہ (حاکم) بنایا ہے پس آپ لوگوں میں حق کے ساتھ فیصلہ کیجئے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السّلام کو خصوصیت کے ساتھ عوام میں انصاف کرنے کا حکم دیا ہے اس کے علاوہ سورۃ انبیاء میں آپ کے ایک فیصلے کا ذکر بھی فرمایا ہے [2]

اسی طرح سورۃ حدید میں ہے :

۲ :۔ لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ

---

[1] تنزیل الرحمٰن، قانونی لغت، طبع چہارم مکتبہ خیابان، لاہور، ۱۹۸۳ء ص ۱۵۵

[2] ص : ۲۶

وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ [1]

ہم نے اپنے رسولوں کو واضح دلائل کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کیا تاکہ لوگ عدل پر قائم ہوں۔

۳:۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خصوصی حکم دینے کے بعد امت مسلمہ کو بھی قضار کا حکم اس طرح دیا گیا۔

وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ [2]

اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل سے فیصلہ کرو۔

۴:۔ سورۃ مائدہ میں ارشاد ربانی ہے:

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى [3]

کسی خاص لوگوں کی عداوت تم کو لوگوں کے درمیان عدل کرنے میں رکاوٹ نہ بنے۔ تم عدل کیا کرو کیونکہ یہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔

اسی طرح سورہ نحل میں ارشاد ہوتا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ [4]

بے شک اللہ تعالیٰ عدل کا حکم دیتا ہے۔

ان آیات کریمہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قضار و عدل کو قرآن مجید میں کتنی اہمیت سے بیان فرمایا ہے۔

قرآن پاک کے علاوہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی احادیث مبارکہ میں قضار کے فضیلت واہمیت کے علاوہ آداب قاضی کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کیا ہے۔ سنن نسائی میں حضرت عبداللہ

---

[1] سورۃ حدید : ۲۵

[2] سورۃ نسار : ۵۸

[3] سورۃ مائدہ : ۸

[4] سورۃ نحل : ۹۰

بن عمرو بن العاصؓ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

۱:۔ اِنَّ المقسطین عند اللہ تعالیٰ علیٰ منابر من نور علی یمین الرحمٰن [1]

بیشک انصاف کرنے والے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے پاس دائیں طرف نور کے منبروں پر بیٹھیں گے۔

۲:۔ حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لِعَدْلِ العَامِلِ فِي رَعِيَّتِهِ يَوْمًا وَاحِدًا أَفْضَلُ مِنْ عِبَادَةِ العَابِدِ فِي أَهْلِهِ مِائَةَ عَامٍ وَّخَمْسِينَ عَامًا [2]

عامل (قاضی) کا لوگوں میں ایک روز عدل کرنا عابد کی اپنے گھر میں ۱۵۰ سال کی عبادت سے افضل ہے۔

۳:۔ حضرت عمرو بن العاصؓ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا حَكَمَ الحَاكِمُ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ أَصَابَ فَلَهُ أَجْرَانِ وَ إِذَا حَكَمَ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ أَخْطَأَ فَلَهُ أَجْرٌ [3]

جب حاکم (قاضی) کسی مسئلہ میں درست اجتہاد کر کے فیصلہ کرے تو اس کے لیے دو اجر ہوتے ہیں اور قاضی نے فیصلہ کیا اور اجتہاد میں غلطی ہوئی تو اس کے لیے ایک اجر ہے۔

۴:۔ صحیح بخاری میں حضرت قیس بن عبداللہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] امام نسائی، سنن نسائی، (کتاب آداب القضاۃ، باب فضل الحاکم العادل فی حکمہ) قدیمی کتب خانہ کراچی ج ۲ ص ۳۰۲

[2] ابن طلاع، اقضیۃ رسول، دار الکتاب لبنان، ۱۹۸۲ء، ص ۴۱

[3] امام مسلم، الجامع الصحیح (کتاب الاقضیۃ، باب اجر الحاکم اذا اجتہد) مطبع علیمی، دہلی ۱۳۴۸ھ ج ۲ ص ۷۶

[4] سنن دارقطنی میں دس اجر کا ذکر ہے، (دارقطنی، سنن دارقطنی، (کتاب فی الاقضیہ) شیخ عبداللہ ہاشم یمانی، مدینہ منورہ ۱۹۶۶ء ج ۴ ص ۲۰۳

"لاحسد الّا فی اثنتین، رجل اتاہ اللہ مالاً فسلّطہ علی ھلکتہ فی الحق او آخر اتاہ اللہ حکمۃ فھو یقضی بھا ویعلّمھا [1]"

دو باتوں کے سوا اور کسی بات میں حسد کرنا جائز نہیں پہلی یہ بات کہ ایک شخص کو اللہ تعالیٰ نے مال عطا کیا اور اچھی باتوں میں خرچ کرنے کی توفیق دی۔ دوسری یہ بات کہ ایک شخص کو حکمت عطا فرمائی اور وہ اس کے موافق فیصلہ کرتا ہے اور اس کی تعلیم دیتا ہے۔

۵:۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اذا جلس القاضی فی مکانہ ھبط علیہ ملکان یسدّدانہ و یوفّقانہ ویرشدانہ مالم یجر، فاذا جار عرجا وترکاہ [2]"

جب قاضی اپنی نشست پر بیٹھتا ہے تو اس پر دو فرشتوں کا نزول ہوتا ہے جو اس کو صحیح راستہ پر رکھتے ہیں اس کو حسن توفیق بخشتے رہتے ہیں اور اس کی راہنمائی کرتے رہتے ہیں جب تک کہ وہ ظلم و تعدی کا ارادہ نہ کرے۔ جونہی وہ ظلم و جور کی طرف مائل ہوتا ہے یہ دونوں فرشتے اسے چھوڑ کر آسمان کی طرف چلے جاتے ہیں۔

۶:۔ سنن دارقطنی میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"من ولی القضاء فقد ذُبح بغیر سکّین [3]"

جسے منصب قضا سونپا گیا وہ ایسے ہی ہے جیسے چھری کے بغیر ذبح کیا گیا۔

۷:۔ سنن ابی داؤد میں یہ حدیث حضرت ابن بریدہؓ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"القضاۃ ثلاثۃ واحد فی الجنۃ واثنان فی النّار فامّا الذی فی الجنۃ فرجل عرف الحق فقضی بہ ورجل عرف الحق فجار فی حکم

---

[1] امام بخاری، الجامع الصحیح (کتاب الاحکام، باب اجر من قضی بالحکمۃ) نور محمد، کراچی، ۱۳۵۷ھ، ج ۲ ص ۱۰۵۷

[2] بیہقی، السنن الکبریٰ (کتاب آداب القاضی، باب من ابتلی بشیء) دار الفکر، بیروت (ت۔ن) ج ۱۰ ص ۸۸

[3] دارقطنی، سنن دارقطنی، (کتاب الاقضیہ، باب فی طلب القضاء) ج ۴، ص ۲۰۴

فھو فی النار و رجل قضی للناس علی جھل فھو فی النار[1]

قاضی تین طرح کے ہوں گے ان میں سے ایک جنت میں اور دو جہنم میں جائیں گے۔ وہ قاضی جنت میں جائے گا جس نے حق کو پہچانا اور اس کے مطابق فیصلہ کیا۔ وہ قاضی جس نے حق کو پہچان کر غلط فیصلہ کیا اور وہ قاضی جس نے علم کے بغیر فیصلہ کیا یہ دونوں جہنم میں جائیں گے۔

ان احادیث سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اسلام میں قاضی اور منصب قضاء کتنا اہم اور محترم ہے اور اس کی توہین کسی صورت میں جائز نہیں۔

توہین عدالت قرآن پاک کی روشنی میں

قرآن پاک کی جامعیت کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

۱۔ مَا فَرَّطْنَا فِی الْکِتَابِ مِنْ شَیْءٍ[1]

ہم نے کتاب میں بیان کرنے سے کوئی چیز نہیں چھوڑی۔

۲۔ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ کِتَابٍ مُّبِیْنٍ[2]

ہر خشک اور تر چیز کا ذکر قرآن پاک میں ہے۔

۳۔ کُلُّ صَغِیْرٍ وَّ کَبِیْرٍ مُّسْتَطَرٌ[3]

ہر چھوٹی بڑی چیز اس میں لکھی ہوئی ہے۔

فقہاء کرام نے قرآن پاک کی اسی جامعیت کے پیش نظر مسائل کے استدلال و استخراج کے لیے درج ذیل چار بنیادی طریقے وضع کیے۔

i ۔ عبارۃ النص

ii ۔ اشارۃ النص

---

[1] انعام : ۳۸

[2] انعام : ۵۹

[3] قمر : ۵۳

iii - دلالۃ النص ۔
iv - اقتضاء النص ۔

انہی بنیادی طریقوں کے پیشِ نظر قرآن پاک میں چند ایسی آیات ملتی ہیں جن سے توہین عدالت کے متعلق استدلال کیا جا سکتا ہے ۔

١ - سورۃ الحجرات میں ارشادِ خداوندی ہے :

اِنْ طَائِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ[1]

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو یہ حکم دیا ہے کہ اگر دو مسلمان گروہ آپس میں لڑائی جھگڑا کریں تو ان میں صلح کرا دی جائے اگر کوئی ایک فریق مصالحت کے بعد دوبارہ اس منصف کے فیصلۂ مصالحت کو تسلیم نہیں کرتا اور اس فیصلے کی توہین کرتے ہوئے اس کی نافرمانی کرتا ہے تو اس کو اس جرم کی سزا دی جائے کہ پھر اس سے جنگ کی جائے یہاں تک کہ وہ دوبارہ مصالحت پر آمادہ ہو جائے ۔ مصالحت پر آمادگی کے بعد پھر ان میں عدل و انصاف کے ساتھ صلح کرا دی جائے ۔

اگر اہلِ ایمان سے دو گروہ آپس میں لڑائی کریں تو ان کے درمیان صلح کرا دو پھر اگر ان میں سے ایک گروہ دوسرے گروہ سے زیادتی کرے تو زیادتی کرنے والوں سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے

٢ - دوسری آیت جس سے توہین عدالت کا استدلال لیا جا رہا ہے یہ ہے ۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا[2]

پس قسم ہے تیرے رب کی یہ لوگ کبھی مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے باہمی اختلافات میں یہ تم کو فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں پھر جو کچھ تم فیصلہ کرو اس پر اپنے دلوں میں بھی کوئی تنگی نہ محسوس کریں بلکہ سربسر تسلیم کر لیں ۔

---

[1] الحجرات : ۹
[2] نساء : ٦۵

اس آیت کے نزول کے متعلق مجاہد کا قول ہے۔

"قال مجاهد هذه الآية من تقدم ذكره ممن اراد التحاكم الى الطاغوت وفيهم نزلت"[1]

مجاہد کا قول ہے کہ یہ آیت اس سے قبل بیان کردہ واقعہ سے متعلق ہے

علامہ قرطبی (م ۶۷۱ھ) نے اس آیت کا شان نزول یہ بیان کیا ہے۔

بشر نامی (منافق) ایک شخص کا ایک یہودی سے جھگڑا ہوا۔ یہودی نے کہا اس کا فیصلہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کرالیں منافق نے نہیں بلکہ کعب بن اشرف (یہ یہودیوں کا سردار تھا) کے پاس چل، بالآخر دونوں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنا مقدمہ لے کر آگئے۔ آپ نے تحقیقات کے بعد یہودی کے حق میں فیصلہ سنا دیا جس پر بشر نے یہودی سے کہا اب حضرت عمر رض کے پاس چلو اس کا خیال تھا کہ آپ کفار پر سخت ہیں اور اس کے کفر کی بنا پر میرے حق میں فیصلہ دیں گے بہر حال یہ دونوں حضرت عمر رض کے پاس چل پڑے حضرت عمر رض سے یہودی نے یہ بتا دیا کہ اس سے قبل اس مقدمے کا فیصلہ آپ کے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے میرے حق میں کیا ہے اس یہودی کی یہ بات سن کر آپ نے فرمایا:

"رویدکما حتی اخرج الیکما فدخل واخذ السیف ثم ضرب به المنافق حتی برد وقال هکذا اقضی علی من لم یرض بقضاء الله ورسوله وهرب الیهودی"[2]

ٹھہرو میں آتا ہوں آپ گھر سے تلوار لے کر آئے اور بشر کا کام تمام کیا اور کہا جو شخص اللہ اور اس کے رسول ص کے فیصلے پر راضی نہ ہو اس کا میں یہی فیصلہ کرتا ہوں اور یہودی یہ دیکھ بھاگ گیا۔

یہ دیکھ کر مقتول کے ورثا نے حضرت عمر رض کے خلاف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عدالت میں دعویٰ دائر کیا جس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔

---

[1] قرطبی ابو عبداللہ محمد بن احمد، الجامع الاحکام، دار الکاتب العربیہ، تہران، ۱۹۶۷ء، ج ۵، ص ۲۶۶

[2] ایضاً ج ۵ ص ۲۶۳ - ۲۶۴ -

اس آیت مقدسہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے بشر کو اس لیے قتل کیا کہ اس نے عدالت نبوی کے فیصلے کو تسلیم نہ کرکے توہین کی مزید یہ کہ اس نے اعلیٰ عدالت کے فیصلے کو نہ مان کر ادنیٰ عدالت کی طرف رجوع کیا جو کہ اعلیٰ عدالت کی توہین کا باعث ہے۔

اگرچہ توہین عدالت وہ جرم نہیں جس میں تعزیری سزا میں مجرم کو قتل کر دیا جائے حضرت عمرؓ نے یہ قتل توہین عدالت کے علاوہ توہین رسالت کی بنا پر کیا لیکن اس واقعہ سے توہین عدالت کی سزا کا تصور ضرور ملتا ہے۔

۲۔ اسی طرح سورۃ احزاب میں ہے۔

مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ[1]

کسی مومن مرد اور عورت کو یہ حق نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی معاملے کا فیصلہ کر دیں تو اپنے اس معاملے میں کوئی اختیار باقی رکھے۔

اس آیت کا شان نزول علامہ ابن کثیر (م ۷۷۴ھ) نے یہ بیان فرمایا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خاندان بنی ہاشم کی ایک معزز خاتون حضرت زینب بنت جحشؓ کو اپنے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہؓ کے لیے پیغام نکاح بھیجا۔ حضرت زینبؓ نے اس پیغام کو قبول کرنے سے انکار کر دیا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت جبریل علیہ السلام یہ آیت کریمہ لے کر حاضر ہوئے[2] اس آیت کے نزول کے بعد حضرت زینبؓ نے فوراً نکاح کے لیے رضامندی کا اظہار کر دیا۔

عصر حاضر کے مفسر مولانا امین احسن اصلاحی نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے:

"اس آیت کی روشنی میں یہ قطعی اصول بیان فرما دیا کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی معاملے میں فیصلہ کریں تو اس میں کسی مومن یا مومنہ کے لیے کسی چون و چرا کی کوئی گنجائش نہیں"[3]

---

[1] احزاب: ۳۶

[2] ابن کثیر، تفسیر ابن کثیر، سہیل اکیڈمی، لاہور، ۱۹۷۳ء ج ۳، ص ۴۸۹

[3] امین احسن اصلاحی، تدبر قرآن، فاران بک فاونڈیشن، لاہور، ۱۹۸۲ء

ان آیت میں لفظ "قضی" قابل توجہ ہے جسکے علماء لغت نے یہ معانی بیان کئے ہیں موت، حکم دینا، پیدا کرنا، پورا کرنا، عمل کرنا اور فیصلہ کرنا۔

ان معانی میں ایک معنی فیصلہ کرنا ہے لہذا جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کسی مقدمہ یا معاملہ کا فیصلہ صادر فرمائیں تو کسی مسلمان کو آپکے فیصلے کے خلاف کوئی بات کرنیکا اختیار نہیں اگر کوئی ایسا کریگا تو وہ توہین عدالت کا مرتکب ہوگا۔
یہ تینوں آیات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اسلام میں توہین عدالت ایک قابل مواخذہ تعزیری جرم ہے۔

توہینِ عدالت اور احادیث نبویہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عہد مبارک میں بطور قاضی سینکڑوں فیصلے فرمائے جن کو فریقین مقدمہ نے من وعن نہ صرف تسلیم کیا بلکہ ان پر عمل بھی کیا۔ البتہ چند ایک ایسی مثالیں ملتی ہیں جن میں فریقین میں سے کسی ایک فریق نے آپ کے فیصلے پر اعتراض کیا پھر آپ نے اُسے توہین عدالت قرار دے کر اسے سزا دی یا اُسے معاف کر دیا۔

سنن ابی داؤد اور سنن نسائی میں روایت ہے۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے مروی ہے کہ ایک انصاری نے ان کے والد سے حرہ کی نالیوں کے متعلق جھگڑا کیا جو سنگستان سے آتی تھیں اور ان سے کھیتوں کو سیراب کیا جاتا تھا۔ انصاری نے حضرت زبیرؓ سے کہا کہ پانی کو بہنے دیجیے تو آپ نے اس سے انکار کیا پھر یہ دونوں اپنا مقدمہ لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عدالت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے تحقیقات کے بعد یہ فیصلہ صادر فرمایا۔

یا زبیر اسق زرعك ثم ارسل الماء الی جارك فقال الانصاری وان کان ابن عمتك یا رسول اللہ فغضب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی احمر وجهه ثم قال للزبیر اسق زرعك واحبس الماء حتی یبلغ الجدر ثم ارسله الی جارك[1]

---

[1] نسائی، سنن نسائی (کتاب آداب القضاة، باب رخصة للحاکم الامین ان یحکم وهو غضبان) ج ۳ ص ۱۰۹۶
ابوداؤد، سنن ابی داؤد، (کتاب الاقضیه، باب من القضاء) ج۲، ص ۵۱۲

اے زبیر پہلے تم اپنی کھیتی کو سیراب کرو پھر اپنے پڑوسی (انصاری) کے لیے پانی چھوڑ دو یہ سُن کر انصاری نے کہا یا رسول اللہؐ (آپ نے یہ فیصلہ اس کے حق میں اس لیے کیا ہے) زبیر آپ کی پھوپھی کا بیٹا ہے یہ سُن کر آپ غصہ میں آگئے یہاں تک کہ آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا پھر آپ نے حضرت زبیرؓ سے فرمایا تو اپنی کھیتی کو اتنا سیراب کر کہ پانی کھیت کے کناروں تک پہنچے اور پھر اپنے پڑوسی کے لیے پانی چھوڑ۔

اس حدیث سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اس انصاری نے توہین کا ارتکاب کیا اور جس کی سزا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دی کہ حضرت زبیرؓ کو حکم دیا کہ تم اپنی کھیتی کو سیراب کرو یہاں تک کہ پانی کھیت کی دیواروں تک پہنچے اور پھر اس انصاری کے لیے پانی چھوڑو۔

سنن ابی داؤد میں ہی ایک روایت ہے جو حضرت سمرۃ بن جندبؓ سے مروی ہے:

انه كانت له عضد من نخل فى حائط رجل من الانصار قال ومع الرجل اهله قال فكان سمرة يدخل الى نخله فيتاذى به ويشق عليه فطلب اليه ان يبيعه فابى فطلب اليه ان يناقله فابى فاتى النبى صلى الله عليه واله وسلم فذكرله ذلك فطلب اليه النبى صلى الله عليه وسلم ان يبيعه فابى فطلب اليه ان يناقله فابى قال فهبه له ولك كذا كذا امرا رغبه فيه فابى فقال انت مضار فقال رسول الله صلى الله عليه للانصارى اذهب فاقطع نخله [1]

ایک انصاری کے باغ میں کھجور کے درخت تھے اور اس انصاری کے ہمراہ اہل و عیال بھی تھے تو سمرہ جب اپنے درختوں کے لیے جاتے تو انصاری کو تکلیف ہوتی اور ان کا آنا اس پر دشوار ہوتا اس لیے انصاری نے وہ درخت سمرہ سے خریدنا چاہے مگر سمرہ نے انکار کیا پھر ان کو مبادلہ پر بھی پیش کش کی تو بھی سمرہ نے انکار کیا پھر وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] ابوداؤد، سنن ابی داؤد (کتاب الاقضیہ، باب من القضاء) ج ۲ ص ۵۱۲

کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنا مدعا پیش کیا ۔
آپؐ نے سمرہ کو طلب کر کے فرمایا اے سمرہ یہ درخت اسے فروخت کر دے تو سمرہ نے انکار کیا پھر آپؐ نے فرمایا درختوں کے بدلے درخت لے لو اس پر بھی اس نے انکار کیا پھر آپؐ نے فرمایا اسے ہبہ کر دو اور اس کے عوض میں یہ یہ لو پھر مزید رغبت دلائی سمرہ پھر نہ مانا پھر آپؐ نے فرمایا تو ایذا دینے والا ہے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انصاری سے فرمایا تو جا اور اس کے درختوں کو اکھیڑ ڈال ۔
اس مقدمے میں اگرچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکماً کوئی ایک فیصلہ نہیں بلکہ مدعی علیہ کو تین چار باتوں میں سے کوئی ایک بات ماننے کو کہا لیکن اس نے کوئی بات بھی تسلیم نہ کی ۔
لہٰذا جب قاضی مدعا علیہ کی رعایت یا مقدمہ کی نوعیت کے پیش نظر مسئلہ کے حل کے لیے ایک سے زائد صورتیں پیش کرے اور مدعی علیہ پھر بھی ان کو تسلیم کرنے سے انکار کر دے تو قاضی کو حق پہنچتا ہے کہ اسے توہین عدالت کی سزا دے ۔
آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی بنا پر سمرةؓ بن جندب کو توہین عدالت کے طور پر اس کے درخت اکھاڑنے کی سزا دی ۔
بعض احادیث ایسی بھی ملتی ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے توہین عدالت کے مرتکبین کو کوئی سزا نہ دی بلکہ معاف کر دیا ۔
صحیح مسلم میں روایت ہے ایک زخمی شخص اپنا مقدمہ لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ نے فرمایا "قصاص قصاص" تو حضرت ام ربیعؓ جو آپ کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں کہنے لگیں ۔

"یا رسول اللہ ا یقتص من فلانة واللہ لا یُقتص منها فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم سبحان اللہ یا ام الربیع القصاص کتاب اللہ قالت لا واللہ لا یقتص منها ابداً"[1]

یا رسول اللہ کیا وہ فلاں عورت سے قصاص لے گا خدا کی قسم وہ اس سے قصاص نہیں لے گا تو آپ نے فرمایا سبحان اللہ اے ام الربیع! قصاص! قصاص اللہ تعالیٰ کی کتاب سے ہے۔ پھر ام

---

[1] مسلم، الجامع الصحیح (کتاب القسامہ، باب اثبات القصاص) ج ۲ ص ۵۹
بخاری، الجامع الصحیح، باب الصلح فی الدیة) ج ۱، ص ۳۷۲

الربیع نے کہا خدا کی قسم وہ کبھی بھی اس سے قصاص نہیں لے گا۔
کچھ دیر نہ گذری کہ اس زخمی کے وارثوں نے دیت قبول کرنے کو کہا یہ دیکھ کر آپ نے فرمایا:
"انّ من عباد اللہ من لو اقسم علی اللہ لابرّہ"
اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے کچھ وہ ہوتے ہیں کہ وہ جب کسی چیز پر اللہ کی قسم اٹھا لیتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی قسم کو پورا کرتا ہے۔

اس حدیث سے اگرچہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ ام ربیع عدالت نبوی کے فیصلے پر اس طرح اپنی رائے کا اظہار کرتی ہیں کہ آپ قصاص کا فیصلہ کر رہے ہیں اور فریق مقدمہ قصاص نہیں لے گا۔

بظاہر اس بیان سے توہین عدالت کا اظہار ہوتا ہے لیکن چونکہ اس میں ان کی یہ نیت نہ تھی اس لیے آپ نے اس کے خلاف کوئی اقدام نہیں کیا اس کی تعریف کی۔

امام مسلم (م ۲۶۱ھ) نے "الجامع الصحیح" میں ایک روایت نقل کی ہے جسے ابن طلاع (م ۴۹۷ھ) نے اپنی کتاب "اقضیۃ رسول" میں بھی بیان کیا ہے۔

حضرت ابو سعید خدریؓ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک چمڑے میں سونا بھیجا جو کیکر کی چھال میں رنگا ہوا تھا اور مٹی سے جدا نہیں ہوا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سونے کو چار آدمیوں (عیینہ بن بدر، اقرع بن حابس، زید الخیل اور علقمہ بن علاثہ یا عامر بن طفیل) میں تقسیم کیا تو آپ کے اصحاب میں سے ایک شخص نے کہا ہم اس کے زیادہ حقدار تھے۔ ان لوگوں کی یہ بات آپ کے پاس پہنچی تو آپ نے فرمایا تم مجھے امانتدار نہیں جانتے؟ حالانکہ میں اس کی طرف سے امین ہوں جو آسمانوں پر ہے اور صبح و شام آسمانوں سے خبر آتی ہے۔

اس کے بعد پھر ایک شخص کھڑا ہوا جس کی دونوں آنکھیں گھڑے میں گھسی ہوئی تھیں۔ دونوں گال پھولے ہوئے تھے پیشانی ابھری ہوئی تھی سر منڈا ہوا تھا اور کہنے لگا۔

"یا رسول اللہ اتق اللہ" یا رسول اللہ اللہ سے ڈریے (بروایت دیگر اس نے کہا یا رسول اللہ عدل کیجئے) آپ نے فرمایا افسوس تجھ پر کیا زمین پر میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا (عادل) نہیں ہوں۔

پھر وہ شخص چلا گیا اسی دوران حضرت خالد بن ولیدؓ (ایک روایت میں حضرت عمر فاروقؓ) نے

عرض کی " یارسول اللہ اَلَا اَضۡرِبُ عُنُقَہٗ " یا رسول اللہ میں اس کی گردن نہ اتاروں، آپؐ نے فرمایا نہیں شاید یہ نماز پڑھتا ہو۔ یہ سن کر خالد بن ولیدؓ نے کہا بہت سے نمازی ایسے بھی ہوتے ہیں جو اپنی زبان سے وہ باتیں کرتے ہیں جو ان کے دل میں نہیں ہوتیں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے کسی کا دل چیر کر دیکھنے کا حکم نہیں دیا گیا پھر آپ نے اس کی طرف دیکھا اور وہ پیٹھ موڑے جا رہا تھا۔

اس حدیث سے دو باتیں واضح ہوتی ہیں۔

اوّل: اگر کسی فریق کو قاضی کے کسی فیصلے پر شک ہو اور وہ فریق اس شک کا اظہار کرے تو قاضی فوراً اسے توہین عدالت کی سزا نہ دے بلکہ اس کا شک دور کرے۔

دوم: توہین عدالت کے متعلق قاضی کو صوابدیدی اختیار ہے چاہے مجرم کو سزا دے یا اسے معاف کرے۔

آثار صحابہ

خلفائے راشدین کے دور میں توہین عدالت کی کوئی ایسی مثال تو نہیں ملی البتہ حضرت عمر فاروقؓ نے عدالتی نظام کو مضبوط کرنے کے لیے کئی ایسے اقدامات کیے جن سے بلواسطہ طور پر توہین عدالت سے روکا گیا ان میں سے ایک اقدام شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ (م ۱۱۷۶ھ) نے ازالۃ الخفاء میں نقل کیا ہے۔

آپؓ نے مرکزی عدلیہ کے استحکام کے بعد صوبائی دار الحکومتوں میں بھی صوبائی ججوں کا ایسے ہی تقرر کیا یہ صوبائی جج خود مختار تھے اور صوبائی گورنروں کی بجائے براہِ راست مرکزی عدلیہ کے تحت فرائض سرانجام دیتے تھے۔

آپ کے عہد خلافت میں بعض علاقوں میں انصاف کرنے کے متعلق کچھ بے ترتیبی اس طرح ظاہر ہوئی کہ بزرگ اصحاب رسول جو ان مقامات پر سرکاری کام یا ذاتی حیثیت سے گئے ہوئے تھے ان سے بھی مقامی لوگ اپنے تنازعات کے مقدمات میں مشورہ لیتے۔ اس طرح یہ لوگ بھی ضمنی

لہ مسلم، الجامع الصحیح (کتاب الزکاۃ، باب ذکر الخوارج واحکامہم) ج ۱، ص ۳۴۱
بخاری، الجامع الصحیح، (کتاب المغازی، باب بعث علی بن ابی طالب وخالد بن ولید) ج ۲، ص ۶۲۴
ابن طلاع، اقضیۃ رسول، ص ۲۸۴۔

طور پر قاضیوں کی طرح کام کرنے لگے جن کو حکومت نے بطور قاضی مقرر نہیں کیا تھا۔ مزید یہ کہ یہ لوگ سرکاری طور پر مقرر شدہ قاضیوں سے متضاد فیصلے صادر کرتے۔

حضرت عمر فاروقؓ کو جب یہ خبر پہنچی تو آپ نے ایک حکم نامہ جاری کرکے ان کو اس اقدام سے منع کر دیا۔ یہاں تک کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو بھی ان معاملات میں فیصلہ کرنے سے باز کر دیا گیا[1]

چونکہ ایسا کرنے سے سرکاری عدالتوں کی بالواسطہ طور پر توہین ہوتی تھی لہٰذا اس اہانت کے پیش نظر حضرت عمرؓ نے ان لوگوں کو فیصلے صادر کرنے سے منع فرما دیا۔

توہین عدالت اور فقہی مکاتب فکر

قرآن پاک اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ مختلف ائمہ فقہاء نے بھی اس مسئلہ میں اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے لہٰذا توہین عدالت کے متعلق چاروں فقہی مکاتب فکر کا نقطہ پیش کیا جاتا ہے جس سے اسلام میں توہین عدالت کی شرعی حیثیت کی مزید وضاحت ہو گی۔

حنفی نقطۂ نظر

حنفی کتب فقہ میں آداب قضاء کے مختلف پہلوؤں کے متعلق بہت کچھ لکھا گیا ہے جن میں منصب قضاء کے مقام اور آداب کا ذکر بھی خصوصیت سے کیا گیا ہے۔ ان میں سے چند آداب وہ ہیں جن میں عدالت کی اہانت کا سدّباب کیا گیا ہے۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

"تقف اعوان القاضی بین یدی القاضی لیکون اھیب فی اعین الناس"[2]

عدالت میں قاضی کے پیادے اس کے روبرو حاضر رہیں تاکہ لوگوں میں ہیبت ہو یعنی لوگ قاضی اور عدالت کی اہانت نہ کر سکیں۔

---

[1] شاہ ولی اللہ، ازالۃ الخفاء ترجمہ اشتیاق احمد، نور محمد، کراچی، ت۔ن، ج ۳، ص ٦٤٤

[2] نظام شیخ وجماعتہ، فتاوی ہندیہ نورانی کتب خانہ پشاور، (ت۔ن) ج ۳ ص ۳۲۲

اذا جلس القاضی لفصل خصومات ینبغی ان یقوم بین یدیه رجل یمنع الناس عن التقدم بین یدیه فی غیر وقتھم و یمنعھم عن اساءۃ الادب[1]

جب قاضی مقدمات کے فیصلے کے لیے بیٹھے تو ایک آدمی کو اس کے سامنے کھڑا ہونا چاہیئے تاکہ وہ لوگوں کو بے وقت آگے بڑھنے اور بے ادبی کرنے سے منع کرے۔

ابن شحنہ (م ۸۸۲ھ) نے لسان الحکام میں لکھا ہے۔

"ینبغی ان ینصب انسانا حتی یقعد الناس بین یدی القاضی ویقیمھم ویقعد الشھود ویقیمھم ویزجر من اساء الادب ویسمی صاحب المجلس والجلواز[2]"

مناسب ہے کہ قاضی کسی ایسے شخص کا تقرر کرے جو لوگوں کو قاضی کے سامنے پیش کرے ان کو مناسب جگہ پر بٹھائے گواہوں کو پیش کرے اور ان کو مناسب جگہ پر بٹھائے اگر کوئی شخص بے ادبی کرے تو اس کو جھڑک دے اس شخص کو صاحب المجلس یا مددگار عدالت کہا جاتا ہے۔

ان آداب سے اس بات کی نشاندہی ہوتی ہے کہ عدالت میں ایسے افراد کا تقرر ضروری ہے جو قاضی کی عزت و وقار کو قائم رکھیں اور اس کی توہین نہ ہونے دیں۔

ان آداب کے علاوہ فقہاء نے قاضیوں کو ایسی حرکات کرنے سے منع کیا ہے جو منصب قضاء کی اہانت کا سبب بن سکیں۔

ماوردی (م ۴۵۰ھ) نے ادب القاضی میں لکھا ہے:

واما حضورھم فی مجلس الحکم فعلیه وعلیھم من التحفظ و

---

[1] نظام شیخ وجماعتہ، فتاویٰ ہندیہ نورانی کتب خانہ پشاور، (ت۔ن) ج ۳ ص ۳۲۱

[2] ابن شحنہ ابو الولید ابراہیم بن ابو الیمن محمد، لسان الحکام ملیہ معین الحکام لطرابلسی، مصطفی البابی حلبی مصر، ۱۹۹۳ء، ص ۲۱۹

الانقباض فیه اکثر مما علیهم فی غیرہ[1]

قاضی اور گواہوں کو عام مجلس سے کہیں زیادہ سنجیدگی، تحفظ و احتیاط اور تکلف کی روش اختیار کرنی چاہیے۔

اس طرح مجلہ احکام العدلیہ میں ہے۔

"یجتنب الحاکم الافعال والحرکات التی تزیل مہابۃ المجلس کالبیع والشرأ والملاطفۃ فی المجلس"[2]

حاکم (قاضی) کے لیے لازم ہے کہ وہ ایسے افعال وحرکات سے اجتناب کرے جن کی وجہ سے عدالت کا رعب جاتا رہے جیسے خرید و فروخت اور مذاق تفریح وغیرہ۔

اسی طرح فقہاء نے قاضی کو یہ اختیار بھی دیا ہے کہ اگر کوئی شخص عدالت کی توہین کرتا ہے تو قاضی صوابدیدی اختیارات کے پیش نظر اُسے سزا دے سکتا ہے۔ معین الحکام میں ہے۔

"اذا شتم احد الخصمین صاحبہ زجرہ فاذا اسرع الیہ بغیر حجۃ مثل قولہ لہ یا ظالم یا فاجر ونحو ذلك زجرہ عنہ ویضرب فی مثل ھذا الّا ان یکون ظنہ من ذی مروٓۃ فینہاہ"[3]

اگر ایک فریق دوسرے کو جھڑکے یا نامناسب الفاظ استعمال کرے دعویٰ اور جواب دعویٰ سے علیحدہ ہو کر ظالم یا فاجر کہے تو ایسی صورت میں قاضی اس فریق کو زجر و توبیخ کر سکتا ہے اور مناسب حال سزا دے سکتا ہے۔

علامہ طرابلسی (م ۸۴۴ھ) نے مزید لکھا ہے:

اگر کوئی فریق قاضی کو بُرا بھلا کہے یا یہ کہے کہ تم نے مجھ پر ظلم کیا ہے اور قاضی کو تکلیف دینے کا ارادہ ہو تو قاضی اُسے تعزیری سزا دے سکتا ہے[4]

---

[1] ماوردی، ادب القاضی، بحوالہ مجاہد الاسلام قاسمی، اسلامی عدالت، قاضی پبلشرز، دہلی ۱۹۸۸ء حصہ اول ص ۳۲۲

[2] مجلہ احکام العدلیہ، دفعہ ۱۷۹۵، کتاب نمبر ۱۶ باب اول، حصہ دوم، نور محمد، کراچی (ت۔ن) ص ۳٦٦

[3] طرابلسی، معین الحکام ص ۲۱

[4] ایضاً ص ۲۲

اسی طرح اگر کوئی فریق کسی بے ادبی کا مرتکب ہو یا بے جا حملہ کرے تو بھی قاضی اُسے ڈانٹ سکتا ہے[1]

اگر کوئی فریق کسی گواہ کو بُرا بھلا کہے اور اُسے جھوٹا بنائے تو قاضی کو چاہیے کہ گواہ کی حیثیت اور اس فریق کی حالت کے پیش نظر اسے سزا دے سکتا ہے[2]

قاضی کو چاہیے کہ شہادت کے وقت فریقین کو خاموش رہنے کی ہدایت کرے اگر کوئی فریق اس کے حکم کی خلاف ورزی کرے اور دوران سماعت یا دوران جرح ایسی گفتگو کرے جس سے گواہ اپنا بیان نہ دے سکے تو قاضی اس کی تادیب کرے[3]

علامہ طرابلسی نے قاضی کے سامنے بلند آواز سے بولنا بھی توہین عدالت قرار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ مجلس قضا میں قاضی کے سامنے آواز بلند نہ کی جائے[4]

نیز مجلس قضا میں غیر ضروری گفتگو سے پرہیز کیا جائے[5]

یہ تمام حوالہ جات اس بات کو ثابت کرتے ہیں کہ فقہ حنفی میں توہین عدالت کا تصوّر موجود ہے اور جو شخص بھی قاضی کو ظالم یا جابر کہے، فریقین عدالت میں ایک دوسرے سے جھگڑیں یا فریقین قاضی کی طرف سے جاری کردہ حکم کو نہ مانے، عدالتی کاروائی میں رکاوٹ ڈالیں تو قاضی انہیں فوراً توہین عدالت کی سزا دے سکتا ہے۔

ان حوالہ جات سے توہین عدالت کے متعلق حنفی نقطہ نظر کی کافی حد تک وضاحت ہو گئی ہے۔ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رح کے متعلق حسن ابراہیم حسن نے جرجی زیدان کے حوالے سے ایک روایت نقل کی ہے۔ جس سے توہین عدالت سے متعلق حنفی نقطہ نظر کی مزید وضاحت ہوتی ہے۔ وہ روایت یہ ہے۔

---

[1] طرابلسی، معین الحکام ص ۲۱

[2] ایضاً ص ۲۲

[3] ایضاً ص ۲۳

[4] ایضاً

[5] ایضاً ص ۲۱

حضرت امام اعظمؒ ابوحنیفہؒ سے عباسی خلیفہ ابوجعفر منصور نے منصب قضاء قبول کرنے کی استدعا کی تو آپ نے معذرت کرتے ہوئے کہا۔

"واللہ ما انا مامون الرضی فیکیف اکون مامون الغضب"

مجھے اپنے اوپر اعتماد نہیں کہ اس منصب پر بیٹھ کر میں آپ کی مرضی اور خواہشات کا لحاظ رکھ سکوں، خدا کی قسم میں آپ سے حالت رضا میں مامون و محفوظ نہیں، حالت غضب میں کس طرح مامون رہوں گا۔

اس واقعہ کے بعد امام ابوحنیفہ اور منصور کے ایک قاضی محمد بن عبدالرحمٰن ابن ابی لیلی[1] کے درمیان کچھ کشیدگی پیدا ہوگئی۔ جس کی وجہ یہ تھی کہ امام ابوحنیفہؒ کم عمر ہونے کے باوجود ان کے فیصلوں پر نکتہ چینی کرتے۔ ابن عبدالرحمٰن نے اس بات کی شکایت خلیفہ منصور سے کی۔ منصور نے آپ کو ایسا کرنے سے روک دیا۔ جس بنا پر آپ رک گئے[2]

اس روایت سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ حکومت کی طرف سے مقرر کردہ قاضی کے فیصلے پر کسی دوسرے شخص کی نکتہ چینی کرنا توہین عدالت کے مترادف ہے۔ (یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے حضرت عمر فاروقؓ نے ان لوگوں کو فیصلے کرنے سے منع کر دیا تھا جو حکومت سے مقرر کردہ نہ تھے جس کا ذکر اس سے قبل کیا گیا ہے۔) اسی بنا پر حضرت امام اعظمؒ کو ایسا کرنے سے روک دیا گیا اور آپ اس سے رک بھی گئے۔

گزشتہ حوالہ جات اور امام ابوحنیفہؒ کے اس عمل سے توہین عدالت کے متعلق حنفی نقطہ نظر کی وضاحت ہوجاتی ہے کہ فقہ حنفی میں کوئی ایسا کام جو قاضی اور منصب قضا کے وقار کے خلاف ہو یا ان کی طرف سے جاری کردہ کسی حکم کی عدولی ہو تو وہ توہین عدالت قرار پائے گا اور قاضی اس کی تعزیری سزا دینے کا مجاز ہے۔

---

[1] ابن ابی لیلی کوفہ کے بہت بڑے قاضی تھے ان کے متعلق منصور بن معتمر سے کسی نے پوچھا کہ اہل کوفہ میں سب سے بڑا فقیہ کون ہے تو اس نے کہا ہمارا قاضی ابن ابی لیلی اور یہ عمر میں امام ابوحنیفہؒ سے کافی بڑے تھے۔
(محمد بن خلف وکیع، اخبار القضاۃ، عالم الکتب بیروت، (ت۔ن) ج ۳ ص ۱۳۱

حنبلی نقطۂ نظر

توہین عدالت کے متعلق حنبلی نقطۂ نظر یہ ہے ۔ اگر کسی مقدمہ کا کوئی فریق کسی معاملے میں کوئی مشکلات پیدا کرے تو قاضی اُسے جھڑک سکتا ہے سزا دے سکتا ہے اور معاف بھی کر سکتا ہے ۔

مغنی ابن قدامہ میں ہے ۔

.... ان یقول حکمت علیّ بغیر الحق او ارتشیت فله تادیبه وله ان یعفو وان بدأ المنکر بالیمین قطعها علیه وقال البینة علی خصمك فان عاد عزره وان رای وامثال ذلك مما فیه اساءة الادب فله مقابلة فاعله وله العفو[1]

اسی طرح اگر کوئی شخص قاضی سے کوئی بدتمیزی کرے مثلاً یہ کہے کہ تم نے میرے خلاف جو فیصلہ دیا ہے وہ مبنی برحق یا مبنی برانصاف نہیں یا تم نے رشوت لی ہے تو قاضی اس شخص کو سزا بھی دے سکتا ہے اور معاف بھی کر سکتا ہے اگر مدعی کے بیان سے قبل مدعا علیہ از خود ہی قسم اٹھانے لگے تو قاضی اس کو روک دے اور اس سے کہے کہ بار ثبوت تمہارے مخالف کے ذمہ ہے لیکن اگر وہ مدعا علیہ منع کرنے کے باوجود قسم اٹھانے کی کوشش کرے تو قاضی اُسے جھڑک دے وہ اس پر بھی نہ مانے تو اس کو مناسب سزا دے ۔ اسی طرح ہر وہ حرکت جس میں بدتمیزی یا عدالت کے ادب و احترام کی خلاف ورزی ہوتی ہو تو فاعل کو اس کی حرکت کی مناسبت سے کوئی بھی سزا دی جاسکتی ہے اور معاف بھی کیا جاسکتا ہے ۔

شافعی نقطۂ نظر

امام شافعیؒ (م ۲۰۴ھ) نے فرمایا ہے ۔

اذا اختصم الرجلان الی القاضی فبان له من احد الخصمین اللد

---

[1] ابن قدامہ، المغنی، ج ۹، ص ۴۳ ۔ ۴۴

ونهاه عنه فان عاد زجره ولا يبلغ ان يحبسه ولا يضربه الّا ان يكون في ذلك ما يستوجب ضربًا او حبسًا [1]

یعنی جب قاضی کی عدالت میں دو آدمی جھگڑا کریں اور ان میں ایک جھگڑالو ہو تو اس کو ایسا کرنے سے منع کیا جائے اگر وہ باز نہ آئے تو اس کو زجر و توبیخ کی جائے اور جرم کی نسبت کے مطابق مجرم کو قید اور ضرب (مارنا) کی سزا بھی دی جا سکتی ہے۔

اسی طرح المہذب میں ہے:

..... وان ظهر من احدهما لدد او سوء ادب نهاه فان عاد زجره وان عاد عزره [2]

اگر فریقین میں سے کوئی ایک جھگڑالو ہو یا عدالت کے وقار کے خلاف کوئی کام کرے تو قاضی اُسے منع کرے اگر وہ باز نہ آئے تو اسے جھڑکا جائے اگر پھر کسی ایسے فعل کا مرتکب ہو تو پھر قاضی اسے تعزیری سزا دے۔

یہ دونوں حوالہ جات یہ واضح کرتے ہیں کہ توہین عدالت میں شافعی نقطۂ نظر حنفی نقطہ نظر ہی کی طرح ہے۔

مالکی نقطۂ نظر

توہین عدالت کے متعلق امام سحنون سے امام مالک کا یہ قول پوچھا گیا:

هل سمعت مالكًا يقول يضرب القاضي الخصم على اللدد نعم يضرب اذا تبين له انه قد الد [3]

---

[1] محمد بن ادریس شافعی، کتاب الام، دار المعرفۃ للطباعۃ والنشر، بیروت، ۱۹۷۳ء، ج ۶ ص ۱۹۹

[2] ابواسحٰق ابراہیم بن یوسف فیروز آبادی شیرازی، المہذب، مکتبہ عیسیٰ حلبی، مصر (ت. ن) جلد ۲، ص ۲۹۹ - ۳۰۰

[3] امام مالک بروایت سحنون، المدونۃ الکبریٰ، دار الفکر، بیروت ۱۹۷۸ء، ج ۴ ص ۷۶

کیا آپ نے حضرت امام مالک سے جھگڑالو فریق کو مارنے کے متعلق سنا ہے تو انہوں نے کہا ہاں کسی فریق کے جھگڑالو ظاہر ہونے پر قاضی اُسے مار سکتا ہے

اسی طرح علامہ سید احمد الدردیر (م ۱۲۳۰ھ) نے الشرح الکبیر میں لکھا ہے:

.... ظلمتنی وکذبت علیّ وان کان لا یودبه اذا قالهما للخصم لشاهد واما اذا قال یا ظالم او یا کاذب فانه یودبه مطلقا قال ذلک للقاضی[1]

اگر کسی فریق نے گواہ یا قاضی کو کہا اے ظالم، یا تم نے مجھ پر ظلم کیا، تم نے مجھ پر جھوٹ باندھا ہے تو اس کے خلاف تادیبی کاروائی کرنی چاہیے۔

الشرح الصغیر میں بھی ہے۔

جو شخص قاضی سے بدگوئی کرے تو اس کی مناسب تادیب کی جائے اگر کوئی شخص مجلس عدالت میں قاضی کے فیصلے کو بُرا کہے یا قصداً ایسے کہے کہ آپ کا یہ فیصلہ غلط ہے، یا آپ ناحق فیصلے کرتے ہیں یا آپ رشوت لیتے ہیں یا یہ کہے کہ اگر میں بڑا آدمی ہوتا تو آپ کو روپیہ دیتا تو آپ میرے حق میں فیصلہ دیتے یا میری گواہی قبول کر لیتے یا ایسی ہی کوئی اور بات کہے۔

ان تمام صورتوں میں اس شخص کی مناسب تادیب کی جا سکتی ہے۔ نیز ان صورتوں میں مجلس عدالت میں قاضی کے متعلق مختلف کلمات کہنے کی اس لیے شرط لگائی گئی ہے کہ اگر کوئی شخص کسی قاضی کے سامنے اس کی عدالت میں ایسا نہ کہے بلکہ باہر کچھ کہے تو پھر اس کو قاضی خود کوئی سزا نہ دے بلکہ وہ معاملہ کسی اعلیٰ عدالت میں بھیج دے تاہم بہتر یہ ہے کہ معاف کر دے[2]

ان چاروں فقہی مذاہب کے نقطہ نظر سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ توہین عدالت وہ مسئلہ ہے جس پر تمام فقہی ائمہ کا اجماع ہے اور کسی کو بھی اس مسئلہ میں اختلاف نہیں۔

اس کے علاوہ اسلام میں منصب عدالت وہ معزز منصب ہے جس پر بیٹھ کر قاضی کو حاکم

---

[1] شیخ محمد عرفہ الاسوقی، حاشیہ الاسوقی علی الشرح الکبیر، دار احیاء الکتب العربیہ، مصر، ت۔ن، ج ۴، ص ۱۳۲-۱۳۳

[2] ابو البرکات احمد بن محمد الدردیر، الشرح الصغیر، دار معارف مصر ۱۹۷۳ء، ج ۴، ص ۱۹۴-۱۹۵

وقت جب فریقِ مقدمہ کی حیثیت سے آئے کے ساتھ برابر سلوک کرنے کا حکم ہے ایسا نہ کرنا منصب عدالت کے خلاف جیسے قرار دیا گیا ہے۔ حضرت امیر المومنین عمر فاروقؓ اور حضرت ابی بن کعبؓ کسی معاملے میں فریقین کے طور پر حضرت زید بن ثابتؓ کی عدالت میں پیش ہوئے تو حضرت زیدؓ نے حضرت عمر فاروقؓ کے لیے تکیہ لگا دیا جسے دیکھ کر آپ نے فرمایا :

"ھذا اوّل جورك"[1] یہ تمہارا پہلا ظلم ہے پھر آپ حضرت زید بن ثابتؓ کے سامنے بیٹھ گئے۔[1]

اسی طرح کی ایک روایت ابو جعفر منصور کے متعلق ہے ایک بار خلیفہ منصور مدینہ منورہ آیا ہوا تھا۔ اس وقت وہاں کے قاضی محمدؐ بن عمران الطلحی کے پاس چند اونٹ والوں نے اپنے حق میں منصور کے خلاف ایک مقدمہ دائر کیا۔ تو محرر نے کہا :

" امرنی ان اکتب الیه بالحضور وانصافهم فاستعفیت فلم یعفنی فکتبتُ الکتاب ثم ختمته "

قاضی نے مجھے حکم دیا کہ میں خلیفہ کو عدالت میں حاضر ہو کر اونٹ والوں کا حق ادا کرنے کے متعلق لکھوں میں نے ایسا کرنے سے معذرت چاہی مگر قاضی نے میرے عذر کو قبول نہ کیا میں نے منصور کے نام سمن لکھ کر مہر لگائی۔ اس کے بعد قاضی نے مجھے یہ حکم دیا۔ کہ تم اس سمن کو لے کر خود خلیفہ کے پاس جاؤ میں یہ حکمنامہ لے کر ربیع حاجب منصور کے پاس گیا۔

ربیع نے خلیفہ منصور کے پاس جاکر اس واقعہ کی اطلاع دی جب ربیع خلیفہ کے پاس سے واپس آیا تو اس نے حاضرین کو خطاب کر کے کہا۔

امیر المؤمنین فرماتے ہیں کہ قاضی کی عدالت میں طلب کیا گیا ہوں میرے ساتھ وہاں کوئی نہ جائے چنانچہ یہ دونوں قاضی محمد بن عمران کی عدالت میں حاضر ہوئے تو قاضی نے خلیفہ کی آمد پر کسی کا بھی استقبال نہیں کیا بلکہ یہاں تک کہ وہاں منصور کی چادر ڈھلک کر گر پڑی تو اُسے بھی خود منصور نے ہی اُٹھایا۔ پھر قاضی نے مدعیوں کو بلا کر حکم دیا کہ وہ اپنے حق کو ثابت کرنے کے لیے دلائل اور شہادت پیش کریں چنانچہ ان کے دلائل سُن کر قاضی نے اونٹ والوں کے حق میں اور خلیفہ کے خلاف فیصلہ سنا دیا۔

---

[1] علاؤ الدین کاسانی، بدائع صنائع (ترجمہ پروفیسر خان محمد چاولہ) مرکز تحقیق دیال سنگھ لائبریری، لاہور، ۱۹۸۷ء ج ۷، ص ۳۴

جب قاضی مقدمہ سے فارغ ہوگیا تو خلیفہ منصور نے کہا اے قاضی اللہ تعالیٰ تمہیں اس دینداری پر بہترین بدلہ دے میں نے تمہارے لیے دس ہزار دینار کا حکم دیا ہے۔[1]

یہ دونوں واقعات اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ اسلام میں جب یہ منصب اتنا اہم اور ذی وقار ہے تو پھر اس منصب کے تحفظ کے لیے اور اس کے وقار کو قائم رکھنے کے لیے توہین عدالت کی سزا کیوں ضروری نہیں۔

لہٰذا کسی بھی اسلامی حکومت کی طرف سے توہین عدالت کی سزا مقرر کرنا ان شرعی اصولوں کے عین مطابق ہے۔

توہین عدالت اور مروجہ قانون

قیام پاکستان سے قبل ۸ مارچ ۱۹۲۶ء کو ایک نامزد کمیٹی نے توہین عدالت ایکٹ تیار کیا جسے توہین عدالت ایکٹ ۱۹۲۶ء کہا جاتا تھا۔ اس ایکٹ کو اس وقت کی مرکزی حکومت کی طرف سے جاری کردہ نوٹیفکیشن کے بعد یکم مئی ۱۹۲۶ء کو ہندوستان میں نافذ کر دیا گیا۔[2]

قیام پاکستان کے بعد اسی ایکٹ کو پورے پاکستان میں بھی نافذ کر دیا۔

It extended To the whole of Pakistan (3)

۱۹۷۶ء تک یہ ایکٹ اسی طرح نافذ رہا اس کے بعد ۳۰ نومبر ۱۹۷۶ء کو گزٹ نوٹیفکیشن کے ذریعہ ایک نیا Contempt of Court Act پورے پاکستان میں نافذ کر دیا گیا جو تاحال نافذ العمل ہے اور اُسے توہین عدالت ایکٹ ۱۹۷۶ء کہا جاتا ہے۔

اس ایکٹ کی دفعہ ۳ میں توہین عدالت کی تعریف یہ کی گئی ہے۔

لہ جلال الدین سیوطی، تاریخ الخلفاء، نور محمد کتب خانہ، کراچی (ت ۔ن) ص ۲۰۴

عبد الجبار جومرد، خلیفہ ابو جعفر منصور، ترجمہ رشید احمد ارشد، نفیس اکیڈمی، کراچی ۱۹۸۵ء ص ۸۱-۳۸۰

(2) The contempt of court act, 1976, Zafar Hussain Ch. P.96

(3) Ibid.

جو کوئی کسی عدالتی حکم یا طریق کار جسے وہ قانوناً کرنے کا پابند ہو کی نافرمانی کرے یا توہین کرے یا وہ عدالت کو دیے گئے جائز عہد کو جان بوجھ کر توڑے یا کوئی ایسا حکم دے جس کا مقصد یا رجحان عدالت کی حیثیت یا قانون کی عملداری کی توہین یا بدنامی یا مداخلت یا رکاوٹ یا قانونی طریق کار کو یا حصول انصاف کے عمومی عمل کو نقصان پہنچانا یا عدالت کی حیثیت کو کم کرنا یا کسی جج کو اس کے عہدے کے حوالے سے بدنام کرنا یا عدالت کے احترام اور لوازمات کو درہم برہم کرنا شامل ہو تو وہ توہین عدالت کا ارتکاب کہلاتا ہے۔

اس تعریف میں مندرجہ ذیل دس مستثنیات ہیں۔

۱۔ شائشتہ زبان میں عوام الناس کے مفاد کے تحت کسی عمومی عدالتی کاروائی پر بے لاگ اور نیک نیتی سے منصفانہ تبصرہ کرنا۔

۲۔ کسی جج کی دیانتداری اور غیر جانبداری کو ہدف تنقید بنائے بغیر شائستہ زبان سے نیک نیتی کیساتھ کسی عدالتی فیصلے پر اس کی خوبیوں اور خامیوں پر بے لاگ تبصرہ۔

۳۔ نشرواشاعت ایکٹ کی دفعہ ۹ میں مندرج ممنوعات کے ماسوا وقتی طور پر کسی عدالتی کاروائی کی صحیح، درست، ٹھوس اور غیر جانبدارانہ اشاعت۔

۴۔ کسی معاملے کا کسی عدالتی کاروائی میں زیر سماعت اور التوا میں ہونے کی قوی امید اور شہادت کے بغیر کسی شخص کا اس معاملے پر بے لاگ تبصرہ اور اس کی اشاعت۔

۵۔ ایسے مواد کی بغیر اطلاع و ثبوت کے اشاعت و تقسیم جو کسی عدالت میں زیر سماعت ہو۔

۶۔ شائستہ زبان میں کسی جج کے خلاف کسی انتظامی اور عدالتی کاروائی کے دوران نیک نیتی کے ساتھ کسی ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کے چیف جسٹس یا جوڈیشنل کونسل یا وفاقی حکومت یا صوبائی حکومت کے سامنے حقائق پر مبنی دلائل پیش کرنا۔

۷۔ مندرجہ بالا شق ۶ کے تحت توہین عدالت کی کسی کاروائی کے دوران مبنی بر صداقت و حقیقت موقف کا اختیار کرنا بشرطیکہ وہ موقف غلط ثابت نہ ہو۔

۸۔ عدالتی دائرہ اختیار کے اندر کسی جج کے خلاف کسی عدالت کا کوئی مقدمہ، اپیل، یا نظر ثانی کی درخواست کو اس عدالت کی منتقلی اور اس اعلیٰ عدالت کے مشاہدات و آرا۔

۹ ۔ انتظامی دائرہ اختیار کے اندر کسی صاحب اختیار کا سرکاری حقیقت پر مشتمل انکوائری یا معائنہ یا کریکٹر رول کے اندر تحریر کردہ خفیہ رپورٹ ۔

۱۰ ۔ عدالتی وظائف اور کارکردگی سے ماوراء کسی جج کے رویہ اور طرز عمل کے بارے نیک نیتی کے ساتھ مبنی برصداقت بیان [1]

توہین عدالت کا ذکر مجموعہ ضابطہ فوجداری کی بعض دفعات میں بھی ہے جنہیں توہین عدالت ایکٹ کی بنیاد کہا جاسکتا ہے ۔

چنانچہ دفعہ ۴۸۰ میں ہے ۔

اگر کوئی شخص ایسا جرم جس کا تذکرہ تعزیرات [2] پاکستان کی دفعہ ۱۷۵، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰ اور ۲۲۸ میں کیا گیا ہے کسی عدالت دیوانی، فوجداری یا مالی کے روبرو یا اس کی موجودگی میں سرزد ہو تو عدالت مجرم

---

1. Contempt of Court Act,1976, commentary by Z.H.Chaudhary, P.2-3

2. تعزیرات پاکستان کی وہ دفعات یہ ہیں :

دفعہ ۱۷۵ : یہ اس شخص کے متعلق ہے جو کسی عدالت انصاف کو دستاویز پیش کرنیکا قانوناً پابند ہو اور وہ دستاویز پیش نہ کرے اس کو چھ ماہ تک قید یا ہزار روپے جرمانہ یا دونوں سزائیں دی جاسکتی ہیں ۔

دفعہ ۱۷۸ : جو شخص سرکاری ملازم کے جائز حکم پر حلف یا اقرار صالح اٹھانے سے انکار کرے تو اسے بھی ۶ ماہ تک قید یا ہزار روپے جرمانہ یا دونوں سزائیں ہوسکتی ہیں ۔

دفعہ ۱۷۹ : وہ شخص جو کسی سرکاری ملازم کو جواب دینے سے انکار کرے جو سوال کرنے کا مجاز ہو اسے بھی چھ ماہ قید ہزار روپے جرمانہ یا دونوں سزائیں دی جاسکتی ہیں ۔

دفعہ ۱۸۰ : دیے ہوئے بیان پر دستخط کرنے سے انکار کرے جو سوال کرنے کا مجاز ہو تو بھی اسے چھ ماہ قید یا ہزار روپے جرمانہ یا دونوں سزائیں ہوسکتی ہیں ۔

دفعہ ۲۲۸ : عدالتی کاروائی میں مصروف سرکاری ملازم کی دانستہ توہین کرنا یا خلل اندازی کرنا اس کی بھی چھ ماہ قید یا ہزار روپے جرمانہ یا دونوں سزائیں ہوسکتی ہیں ۔

مجموعہ تعزیرات پاکستان، شارح انعام الحق میاں، منصور بک ہاؤس، لاہور۔ (ت۔ن) ص ۱۸۴-۱۸۸، ۲۴۸۔

کو حراست میں بند کروا سکتی ہے اور وہ مجاز ہے کہ اسی دن عدالت برخاست ہونے سے پہلے اگر مناسب سمجھے تو مجرم کی گرفت کرے اور مجرم کو ایسی سزائے جرمانہ دے جو دو سو روپے سے زیادہ نہ ہو۔ اور بعدم ادائیگی جرمانہ ایسی قید محض سزا دے جس کی میعاد ایک ماہ تک ہو سکتی ہے۔ سوائے اس صورت کے کہ میعاد مذکور کو گذرنے سے پہلے ایسا جرمانہ ادا کر دیا جائے۔

دفعہ ۴۸۱ ض ف : کے مطابق، توہین عدالت کی کاروائی کا ریکارڈ بہ ایں دفعہ ۴۸۱ مرتب کیا جانا ضروری ہے اس میں عدالت وہ واقعات لکھے گی جن سے جرم توہین عدالت کا اظہار ہوتا ہو ملزم کا بیان بھی لکھا جائے گا اور عدالت اپنا فیصلہ اور سزا بھی درج ریکارڈ کرے گی۔

دفعہ ۴۸۲ ض ف : کے مطابق جب یہ مقدمہ کسی دوسری عدالت میں ہو تو وہ عدالت اس کی سماعت ایک استغاثہ کے طور پر کرے گی۔

دفعہ ۴۸۴ ض ف : یہ ہے کہ جب کوئی ملزم عدالت سے معافی مانگ لے یا اس حکم کی تعمیل کرنے پر آمادہ ہو جائے جس کی تعمیل سے پہلے اس نے انکار کیا ہو تو مقدمہ اُٹھانے والی عدالت یا وہ عدالت جس کے پاس ایسا مقدمہ بھیجا گیا ہو ملزم کو سزا سے پہلے یا بعد میں معافی دے کر رہا کر سکتی ہے[1]

ان تمام دفعات سے اس بات کی وضاحت ہوتی ہے کہ مروجہ قانون میں بھی توہین عدالت کو جرم اس لیے قرار دیا گیا ہے تاکہ جج اور عدالت کے وقار اور نظم و نسق کو برقرار رکھا جا سکے۔ سپریم کورٹ نے اپنے ایک فیصلے میں توہین عدالت کی دفعات کا مقصد بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۲۲۸ اس لیے کہ وضع کی گئی ہے کہ عدالت کے منصب اور وقار کو قائم رکھنا قانون کا اولین اصول ہے دفعہ ہذا ان صورتوں تک محدود ہے جب سرکاری ملازم عدالتی کاروائی میں مصروف ہو نیز دفعہ ۴۸۰ ض ف کے مطابق توہین عدالت کی سزا دینے کے اختیارات کا استعمال سوائے عدالت کے کوئی اور شخص زیر کار نہیں لا سکتا ہے[2]

قانون توہین عدالت کے مقاصد کو بیان کرتے ہوئے لاہور ہائی کورٹ نے بھی اپنے ایک فیصلے

---

[1] مجموعہ ضابطہ فوجداری، شان بک کارپوریشن لاہور (ت۔ن) ص ۲۰۴

[2] PLD 1965 P 677

میں لکھا ہے :

"That demonstrates a gross want of that regard and respect which when once Courts of justice are deprived of their authority so necessary for the good order of Kingdom, is entirely lost among the people" (1)

قانون توہین عدالت عدالت کا وقار اور بھرم رکھنے کے لیے ضروری ہے کیونکہ اگر عدالت کو اس وقار اور اختیار سے عاری کر دیا جائے تو عوام الناس میں اس کی توقیر اور اہمیت بالکل ختم ہو جاتی ہے۔

لاہور ہائی کورٹ نے ہی اپنے ایک اور فیصلے میں لکھا ہے :

توہین عدالت کی سزا کا مقصد عام فہم اور واضح ہے یہ جج کی ذاتی توقیر اور قدر و منزلت کے لیے نہیں بلکہ عدل و انصاف کے نفاذ کے لیے ہے جو سب سے ارفع و بالا ہے توہین عدالت کے مرتکب شخص کو سزا اس لیے دی جاتی ہے تاکہ ہر شخص خواہ وہ اعلیٰ ہو یا ادنیٰ کو یہ باور کرایا جا سکے کہ انہیں کسی حیل و حجت اور استثنار کے بغیر قانون کے آگے سر تسلیم خم کرنا ہے اور قانون کی توقیر ان پر لازم ہے[۲]

اسی قانون کے قواعد کے ضمن میں ملک محمد دین نے رہنمائے وکالت میں لکھا ہے۔ توہین عدالت کے قانون کی وضاحت تو مجموعہ ضابطہ فوجداری کی دفعات میں ہے۔ لیکن اگر بنظر غائر دیکھا جائے کہ اگر ایک عدالتی افسر کو اپنی توہین کرنے والے شخص کو فوری طور پر گرفتار کرنے کا اختیار نہ دیا جاتا تو اس عدالتی افسر کے لیے عدالت کا احترام اور عدالتی کاروائی میں نظم و ضبط برقرار رکھنا بہت مشکل ہو جاتا[۳]

پھر مزید لکھا ہے :

عدالتوں کو اپنی کاروائی میں مداخلت کرنے والے یا رکاوٹ ڈالنے والے اشخاص یا عدالتی کاروائی کے نظم و ضبط میں خلل اندازی کرنے والے لوگوں کے خلاف فوری طور پر ان کو گرفتار کرنے کے جو اختیارات

---

(1) State V.Sir Edward Snelson, PLD, 1961, Lahore, P.78

(2) State V. Sir Edward Snelson, PLD, 1978, Lahore, P.36

۳ محمد دین، رہنمائے وکالت، ایلین برادرز، لاہور ۱۹۸۸ء ص ۲۰۵ - ۲۰۶

دیے گئے ہیں وہ انتہائی ضروری ہیں عدالتوں کے وقار کو قائم رکھنا عوام اور حکومت دونوں کا انتہائی مقدس فرض ہے اور اسی لیے ہر عدالت کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ توہین عدالت کے مرتکب شخص کو فوراً گرفتار کرے اور خود ہی مجموعہ ضابطہ فوجداری کی دفعہ ۴۸۰ اور ۴۸۵ کے مطابق سزا دے۔[1]

اس مقصد کے حصول کے لیے توہین عدالت کے مقدمہ میں عام عدالتی اصول سے ہٹ کر ایک الگ اصول وضع کیا گیا ہے۔ عام عدالتی اصول ضابطہ فوجداری کی دفعہ ۵۵۶ میں یہ ہے کہ

"کوئی عدالت خود اپنے معاملے میں بیک وقت مدعی اور جج نہیں بن سکتی اور نہ ہی اپنے فیصلے کے خلاف خود اپیل سن سکتی ہے۔"

لہٰذا کوئی عدالت بھی یہ پسند نہیں کرتی کہ اس مقدمے کا فیصلہ کرے جس میں وہ خود ایک فریق کی حیثیت رکھتی ہو۔ جب بھی کسی جج یا مجسٹریٹ پر جانبداری یا فریق مقدمہ سے تعلق داری کا گمان موجود ہو تو ہائی کورٹ یا سیشن کورٹ زیر دفعہ ۵۲۶ یا ۵۲۸ کے مطابق مقدمہ دوسری عدالت میں تبدیل کر سکتی ہے۔

توہین عدالت کے مقدمات میں اس بنیادی اصول سے انحراف کر کے ہائی کورٹ کے جج کو خود اپنی توہین کرنے کے خلاف کارروائی توہین عدالت کر کے سزا دینے کا اختیار دیا گیا ہے۔

اسی طرح دفعہ ۴۸۰ اور ۴۸۵ ض ف کے مطابق ہر اس عدالت کو جس کی توہین ہوئی ہو خود ہی مقدمہ بنانے اور خود ہی سزا دینے کا اختیار دیا گیا ہے۔[2]

توہین عدالت کے قوانین اتنے بامقصد ہونے کے باوجود بعض لوگ اس قانون کو خلاف انصاف قرار دیتے ہیں۔

منشی عبدالرحمٰن نے لکھا ہے کہ چونکہ اس مقدمہ میں مدعی خود ہی منصف ہوتا ہے اور ارتکاب جرم اور فیصلہ سنانے میں اتنا وقفہ نہیں ہوتا کہ مدعی کے متلاطم اور برافروختہ جذبات ٹھنڈے ہو سکیں اس لیے وہ مدعی غصہ میں آکر جذبات سے مغلوب ہو کر فیصلہ سنانے میں بسا اوقات عدل و انصاف کی حدود سے تجاوز کر جاتا ہے اور اس بات کو بالکل نظر انداز کر دیتا ہے کہ اس کی تجویز کردہ سزا سے انصاف کے

---

[1] محمد دین، رہنمائے وکالت، ص ۲۰۵

[2] ایضاً ص ۲۰۶

تقاضوں کا خون ہوگا یا عدلیہ کے وقار پر حرف آئے گا یا عوام کا ضمیر مجروح ہوگا۔[1]

اسی طرح معروف دانشور ڈاکٹر خالد علوی نے توہین عدالت کے متعلق اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے ایک مقام پر لکھا ہے۔

"یہ جو توہین عدالت کا غیر اسلامی تصور رائج ہے یہ انسان کو معصوم اور مافوق البشر ثابت کرنے کا ذریعہ ہے۔"[2]

سابق چیف جسٹس لاہور ہائی کورٹ جناب غلام مجدد مرزا نے اپنے ایک بیان کہا:

"میں توہین عدالت کے خلاف ہوں میری رائے میں ہر شخص کو عدالتی فیصلے پر تبصرہ کرنے کا اختیار ہونا چاہیے تاہم تبصرہ نیک نیتی پر مبنی ہونا چاہیے۔"

یہ بات انہوں نے ایک تقریب میں کہی مزید انہوں نے کہا کہ میں نے اپنی ۱۷ سالہ عدالتی زندگی میں کبھی بھی توہین عدالت کا ایک نوٹس بھی جاری نہیں کیا۔

اس تمام بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ توہین عدالت کی سزا کا تصور شریعت اسلامیہ میں موجود ہے۔ توہین عدالت کے قانون کا اصل مقصد حج اور عدالت کے مقام کا تحفظ اور وقار کو بحال کرنا ہے تاکہ یہ ادارہ اپنے فرائض درست طریقے سے سرانجام دے سکے۔ توہین عدالت کے مقدمہ میں غیر معمولی حزم و احتیاط برتنی چاہیے تاکہ عدالتوں پر عوام کا اعتماد مکمل طور پر برقرار رہے۔

مارچ ۱۹۷۷ء میں توہین عدالت کی سزا کے خلاف سپریم کورٹ نے بھی اپنے فیصلے میں لکھا تھا۔

اگر عدالتوں کا احترام محض توہین کے قانون کی بنیاد پر قائم ہے تو یہ بنیاد ریت کی بنیاد ہے بہرحال عدالتوں پر عوام کا اعتماد برقرار رہنا چاہیے اور عدالتوں پر یہ احترام اعلیٰ بنیادوں پر ہونا چاہیے۔

جب ہم اپنا یہ اختیار سماعت استعمال کرتے ہیں تو ہم اپنے مقاصد کے بھی منصف خود ہوتے ہیں ہمیں کوئی ایسا اصول وضع نہیں کرنا چاہیے جو عوامی ضمیر پر بوجھ ہو ایسا کرنا اختیار سماعت کا مناسب

---

[1] منشی عبدالرحمٰن، کچہری کی دنیا، کاروان ادب، ملتان، ۱۹۷۸ء، ص ۱۲۳

[2] "خالد علوی، قرآن کا تصور عدل" "سہ ماہی منہاج" جلد اول، شمارہ ۴ (اکتوبر ۱۹۸۳) مرکز تحقیق دیال سنگھ لائبریری، لاہور، ص ۵۰

[3] نوائے وقت لاہور، مورخہ ۲۸ دسمبر ۱۹۹۴ء ص ۱

استعمال نہیں ہوگا کیونکہ اس سے نظام عدل کے بارے عوام کے اعتماد کو ٹھیس پہنچے گی لیے

راقم الحروف کے نزدیک توہین عدالت کے مقدمہ کی نوعیت دو طرح کی ہوتی ہے ۔

اوّل : ایک وہ نوعیت جس میں عدالت اور جج کے وقار کا مسئلہ ہو مجرم نے براہِ راست عدالتی امور کی ادائیگی میں رکاوٹ ڈالی ہو یا جج کی توہین کی ہو یا آدابِ عدالت کی خلاف ورزی کی ہو ۔

اس صورت میں اسی جج کو اس بات کا اختیار دینا درست ہے کہ وہ مجرم کو اسی وقت سزا دے ۔

دوم : دوسری وہ نوعیت جس میں عدالتی فیصلے کے متعلق اظہار خیال کیا گیا ہو ۔ اس صورت میں اگر کوئی جج اُسے توہین عدالت قرار دے تو اس کے فیصلے کا اختیار کسی دوسرے جج کو ہونا چاہیے تاکہ اس عدالت میں آزادانہ طور پر متعلقہ فیصلہ پر تبصرہ کیا جا سکے ۔

اس طرح ایک طرف عدالتیں فیصلے کرنے اور توہین عدالت قرار دینے میں محتاط ہوں گی اور دوسری طرف عوام کے سروں سے توہین عدالت کی تلوار کا خوف بھی کم ہو جائے گا ۔